

الصَّحِيفَةُ الصَّحِيحَةُ

صَحِيفَةٌ

هَمَامُ بْنُ مُنَبِّهٍ

دَاكُطْرُ مُحَمَّدٍ حَمِيدُ اللَّهِ

نَاشِرٌ: رَشِيدُ اللَّهِ يَعْقُوبُ

مَكَانُ نَمْبَرِ ۸ - زَمْرُومِ اسٹریٹ نمبر ۳ - زَمْرُومِ - کَلِشَن
کراچی ۷۵۶۰۰ پَاکِستَان

۱۹۷۳۲۸

۵۷۳۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے شاگرد ابو عقبہ ہمام بن منبہ
ابن کامل بن شیخ الیمانی الصنعانی الانباوی کے لیے مرتب کیا ہوا

”الصحیفة الصیحة“
موسوم بہ

لکھنؤ
حدیث متوسط



صحیفہ
ہمام بن منبہ



ڈاکٹر محمد حمید اللہ

ناشر : رشید اللہ یعقوب

مکان نمبر ۸ - زمزم اسٹریٹ نمبر ۳ - زمزم - کاشن
کراچی ۷۵۲۰۰ پاکستان

DYAL SINGH TRUST

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سُبْحَانَ اللَّهِ بِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا ذَكَرَهُ الْذَكَرُونَ وَكَمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُونَ

قرآن کریم اللہ جل جلالہ کے احکامات کا مجموعہ ہے اور حدیث نبوی قرآن پاک کی عملی تفسیر اور اسلامی قوانین کا دوسرا اہم مصدر و ماخذ ہے۔
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یایہا الذین امنوا
اطیعوا الله واطیعوا
الرسول واولی الامر منکم
فان تنازعتم فی شیء
فردوه الی الله والرسول ان
کنتم تؤمنون بالله والیوم
الآخر ذلک خیر و احسن
تاویلاً (النساء - ۵۹)

اس آیت میں اللہ جل جلالہ نے اپنی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لیے ابواء اسلام سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات و نصائح فرماتے تھے اور ان کی عادات و سنکرات کو یاد رکھتے تھے اور اس پر عمل پیرا بھی رہتے تھے۔

الصحيحة الصغرى موسوم بہ صحیفہ ہمام بن منبہ ۵۸ھ سے پہلے کی تالیف ہے اور قدوین حدیث اور ان کی صحت کے تعلق سے ایک اہم کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام اور رسول و کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے کتنی کوشش کی اور اس بات کا مکمل اہتمام کیا کہ وہ انہی اصل میں آئندہ نسلوں تک پہنچ جائیں۔

میں نہ عالم ہوں نہ ہی علمیت کا دعویٰ ہے اس لیے اس صحیفہ پر کچھ کما مجھے زیب نہیں دیتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ جناب محمد رحیم الدین صاحب کے لکھے ہوئے "حرف آغاز" اور محترم و مکرم ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے تحریر کردہ دیباچہ "حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت" کے مطالعہ سے ہی ہو سکے گا کہ محدثین کرام نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے اور انکی تحقیق کے کتنے بہترین اصول وضع کیے اور پھر اس پر خلوص نیت سے عمل کیا۔

اس کتاب کی علم حدیث میں اہمیت کے پیش نظر مجھے خیال ہوا کہ اس کو جدید طباعت میں چھپوا کر ملک و بیرون ملک کی یونیورسٹی، کالج، اسکول، دینی مدارس اور لائبریری میں بلا ہدیہ خدمت کے جذبے سے تقسیم کروادی جائے تاکہ عوام الناس خصوصاً طالب علم علماء کرام، اہل دانش اور محقق حضرات اس سے مستفیض ہوں اور منکرین حدیث بھی اس سے رہنمائی حاصل کریں اور اپنی سوچ کی اصلاح کریں۔

یہ صحیفہ ۱۹۵۷ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوا تھا۔ اس کے کچھ ایڈیشن محترم ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے علم و اطلاع کے بغیر بھی شائع ہوئے۔ چونکہ یہ بارہا دہائی تک نہ نظر سے شائع ہوئے تھے اس لیے ان کا معیار طباعت جاذب نظر نہیں تھا اور غالباً اسی لیے یہ نہایت اہم کتاب زیادہ لوگوں کے استفادہ میں نہ آسکی۔

میں نے گزشتہ سال ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب سے رابطہ قائم کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس اہم کتاب کی عمدہ طباعت کروا کے صدقہ جاریہ کے طور پر تقسیم کرنا چاہتا ہوں اگر وہ اس کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ انھوں نے ازراہ عنایت اس کی طباعت و اشاعت کی اجازت دیدی۔ اس اجازت نامہ کی کاپی آخری صفحہ پر شائع کی جا رہی ہے۔

یہ محض اللہ غفور رحیم کا فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے اس کام کی توفیق دی اور اس کے لیے دساکل عطا فرمائے۔ اللہ رب العزت میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب، میرے والدین، مسلمان و مومن مرد اور عورتوں پر اور مجھ پر رحم فرمائے۔ آمین

کراچی - پاکستان

احقر العباد

رشید اللہ یعقوب

۱۰ مہینہ الاول ۱۴۱۹ھ، ۱۵ جولائی ۱۹۹۸ء

نذرانہ عقیدت

بجور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا
واسطہ دے کر اللہ رب العالمین سے جو مانگا سو پایا
جن کے طفیل اللہ جل جلالہ نے اس گناہ گار کو اپنے
فضل و کرم سے بے حد و حساب نوازا۔

رشید اللہ یعقوب

فہرست مضامین صحیفہ ہمام ابن منبہ

صفحہ	عنوان
۷	پیش لفظ طبع رابع
۹	مختصر حالات زندگی جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دامت برکاتہم
۱۱	حرف آغاز پر نعل محمد رحیم الدین ایم۔ اے
۲۳	پیش لفظ طبع ثالث جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دامت برکاتہم
۲۵	دیباچہ حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت
۲۵	۱۔ تمہید
۲۶	۲۔ اُنی عرب
۲۸	عہد اسلام میں عربوں کی تیز گام علمی ترقی
۳۱	(۱) پیغمبر اسلام کی تعلیمی سیاست
۳۴	۱۔ لکھنے پڑھنے کی عام ترویج کا انتظام
۳۴	صفیہ کی درس گاہ
۳۴	دار القراءہ..... ایک اقامتی درس گاہ
۳۵	۲۔ تعلیم بالغان کا انتظام
۳۶	معاذ ابن جبل..... ناظر تعلیمات یمن و حضر موت
۳۷	۳۔ تعلیم نسوان کا انتظام
۳۷	ام المومنین حضرت عائشہؓ
۳۷	ام المومنین حضرت حفصہؓ
۳۸	حضرت شفا بنت عبد اللہ وغیرہا
۳۹	(۲) تدوین حدیث
۴۰	(الف) عہد نبوی میں سرکاری طور پر لکھی ہوئی حدیثیں

۴۰	۱۔ (الف) تحریری دستور شہری مملکت مدینہ
۴۲	(ب) مردم شناسی کے ریکارڈ
۴۳	(ج) رسول اللہ کے فرامین مبارک قیصر و سرئی، مقوقس و نجاشی وغیرہ
۴۳	کے نام.....
۴۴	مکتوب نبوی بنام نجاشی کا عکس
۴۶	یہودیوں کے نام مراسلے
۴۶	حضرت زید بن ثابتؓ
۴۶	(ھ) گورنروں، قاضیوں (حاکمان عدالت) اور تحصیلداروں وغیرہ کو تحریری ہدایتیں
۴۶	موبیشیوں کی زکات، زراعت اور معدنیات کے محصول کی شرحیں، تحریری شکل میں
۴۸	۲۔ کتابت کی بعض اتفاقی صورتیں
۴۸	رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک یمنی ابو شاذان نامی خطبہ کا تحریری شکل میں لکھ کر دیا جانا
۴۸	۳۔ عہد نبوی میں اہتمام کے ساتھ حدیث کی تدوین
۴۹	۱۔ (الف) ایک انصاری کو احادیث لکھنے کی اجازت
۴۹	(ب) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کو احادیث لکھنے کی اجازت
۵۰	الصحیفۃ الصادقہ
۵۱	(ج) حضرت ابورافع مصریؓ کو احادیث لکھنے کی اجازت
۵۲	(د) حضرت انسؓ کا مجموعہ احادیث
۵۳	۲۔ ایک صحابی (عمرو بن حزم) کی تالیف
۵۳	(ب) عہد صحابہ میں عام تدوین حدیث
۵۳	(الف) حضرت جابر بن عبد اللہؓ
۵۳	صحیفہ جابرؓ
۵۵	(ب) ام المومنین حضرت عائشہؓ
۵۶	عرو بن زبیرؓ کا حضرت عائشہؓ کی احادیث کو لکھنا

عمرہ بنت عبد الرحمن اور قاسم بن محمد کے ذخیرہ احادیث کا عمر بن عبد العزیز

کے حکم سے قلمبند کیا جانا..... ۵۶

عمر بن عبد العزیز کے حکم سے احادیث کے ذخیروں کا جمع کیا جانا..... ۵۶

(ج) حضرت ابو بکر صدیقؓ..... ۵۷

حضرت ابو بکر کا ذخیرہ احادیث..... ۵۸

(د) حضرت عمر فاروقؓ..... ۵۸

(ه) حضرت علی کرم اللہ وجہہ..... ۵۹

صحیفہ علیؓ..... ۶۱

(و) حضرت عبد اللہ بن ابی..... ۶۳

حضرت سرہ بن جندبؓ..... ۶۳

رسالہ سرہ بن جندبؓ..... ۶۳

(ز) حضرت سعد بن عبادۃ النضاریؓ..... ۶۳

صحیفہ سعد بن عبادۃؓ..... ۶۳

(ح) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ..... ۶۳

(ط) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ..... ۶۵

حضرت عبد اللہ بن عباس کی تالیفیں..... ۶۵

(ی) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ..... ۶۶

(یا) تالیف حضرت سعد بن ربیعؓ..... ۶۶

(ک) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ..... ۶۶

حضرت معاویہؓ..... ۶۶

(ل) حضرت ابو بکرؓ..... ۶۶

(م) حضرت ابو ہریرہؓ..... ۶۷

الصحیفۃ العقیقہ..... ۷۰

(۴) ہمام بن منبہ..... ۷۳

۱۔ صحیفہ ہمام کا تحفظ..... ۷۵

۲۔ اسناد..... ۷۷

۳۔ مخطوطوں کی کیفیت..... ۸۵

(۱) مخطوطہ برلین..... ۸۵

(۲) مخطوطہ دمشق..... ۸۷

مخطوطہ دمشق کے آخری صفحہ کا فوٹو..... ۹۲

(۵) (صحیفہ ہمام بن منبہ) (عربی متن مع اردو ترجمہ)..... ۹۱

(۶) اختلاف الروایات..... ۱۲۵

(۷) مخطوطہ دمشق اور مخطوطہ برلین کی ساتتیس (عربی متن مع اردو ترجمہ)..... ۱۷۳

۱۔ مخطوطہ دمشق کی ساتتیس..... ۱۷۵

۲۔ مخطوطہ برلین کی ساتتیس..... ۱۹۰

(۸) ہازیانہ..... ۱۹۲

(الف) کتابت احادیث سے متعلق مزید مواد..... ۱۹۲

(ب) حضرت سلمان فارسیؓ..... ۱۹۳

حضرت سلمان فارسی کا رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قرآن مجید کی سورتوں

کا فارسی میں ترجمہ کرنا..... ۱۹۳

(ج) عہد رسالت کے عہدہ دار جو کتابت کا کام انجام دیتے تھے..... ۱۹۳

(د) حضرت کعب بن مالکؓ..... ۱۹۶

(ه) حضرت عاتق بن ابی بلعہ..... ۱۹۶

(و) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ..... ۱۹۷

(ز) حضرت عمر بن الخطابؓ..... ۱۹۷

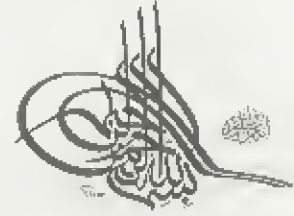
حضرت فاطمہ بنت الخطابؓ..... ۱۹۷

حضرت سعید بن زیدؓ..... ۱۹۷

حضرت خباب بن الارتؓ..... ۱۹۸

(۹) (ح) معمر بن راشدؓ..... ۲۰۲

صحیفہ معمر بن راشد..... ۲۰۲



پیش لفظ طبع رابع

صحیفہ ہمام بن منبہ ۱۹۵۳ء میں عربی میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ تیسری مرتبہ ۱۹۵۶ء میں حیدر آباد کن سے طبع ہوا اس کے کئی ایڈیشن انگریزی، فرنچ اور ترکی میں شائع ہوئے۔ اور کچھ ایڈیشن بغیر علم و اطلاع بھی شائع ہوئے۔ اب اس کتاب کا انگریزی جدید ایڈیشن آکسفورڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز طبع کر رہے ہیں۔

محترم رشید اللہ یعقوب صاحب اپنی طرف سے خواہش مندوں کے لئے بلا ہدیہ شائع فرما رہے ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔

محمد حمید اللہ

۳/ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ



مختصر حالات زندگی جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب دامت برکاتہم

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ۱۶، محرم ۱۳۲۶ھ کو چچ حبیب علی شاہ صاحب کلکل منڈی حیدر آباد کن میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق جنوبی ہند کے مشہور عربی خاندان نوائٹ سے ہے جو ہندوستان کے مغربی ساحل کو اپنا وطن بنایا تھا۔ جو اپنی دینی اور علمی سرگرمیوں کی وجہ سے مشہور و معروف ہے۔ آپ کے اجداد کے مسلک کے مطابق حمید اللہ صاحب بھی شافعی مسلک کے پیرو ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے دادا قاضی محمد صبیح اللہ بدر اللہ ولد ۱۲۱۱ھ۔ ۱۲۸۰ھ) اپنے اجداد کی طرح جید عالم دین تھے جنوبی ہند میں اردو (ہندوی) کے پہلے نثر نگار مانے جاتے ہیں۔ آپ نے بے شمار کتابیں لکھیں جن میں سیرت نبوی کی مشہور تصنیف ”نوائد بدیہ“ ہے جو مقبول عام ہے۔

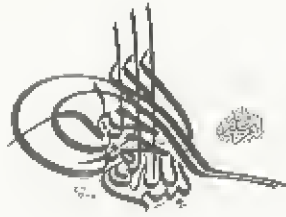
ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کے والد ابو محمد خلیل اللہ صاحب ۱۲۷۵ھ۔ ۱۳۶۳ھ مددگار معتد مال حکومت نظام حیدر آباد تھے۔ آپ نے بھی کئی کتابیں تصنیف کیں۔

ڈاکٹر صاحب کے برادر محمد صبیح اللہ صاحب اور محمد حبیب اللہ صاحب بھی مشہور و معروف شخصیتیں تھیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی پھر مدرسہ دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ سال بھر جامعہ نظامیہ میں

تعلیم حاصل کی۔ انگریزی کا امتحان کامیاب کر کے جامعہ عثمانیہ میں انٹر میڈیٹ میں داخلہ لیا۔ بی۔ اے کے بعد ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری ساتھ ساتھ حاصل کی۔ Ph.D کے لئے عثمانیہ میں داخلہ لیا لیکن یونیورسٹی کی اجازت سے جامعہ بون جرمن میں مقالہ داخل کیا اور ۱۹۳۵ء میں ڈی فل کی ڈگری حاصل کی ۱۹۳۶ء میں جامعہ سوربون فرانس سے ڈی لسٹ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ یورپ سے واپسی پر جامعہ عثمانیہ میں لکچرر رہے۔ بعد میں فرانس کے (Centre National de la Recherche Scientifique) میں کام کرتے ہوئے کئی ملکوں کی جامعات میں لکچرر دیتے ہوئے اپنی علمی و مذہبی تحقیقی مصروفیات کو جاری رکھا۔ تصنیف و تالیف تراجم اور تحقیق ان کا موضوع تھے۔ ۷۵ کتابیں اور ایک ہزار سے زائد مقالات اب تک طبع ہو چکے ہیں اور کئی مقالات غیر مطبوعہ ابھی باقی ہیں جن میں انگریزی اور جرمن تراجم قرآن بھی طباعت سے آراستہ نہیں ہوئے۔ مطبوعہ کتابوں میں سب سے محرکہ الآراء فرانسیسی ترجمہ قرآن حکیم کا ۲۰ واں اور سیرت النبی ﷺ فرانسیسی کاپانچواں ایڈیشن زیر طبع ہے۔ ان کے علاوہ الوفاق السیاسیہ اور صحیفہ ہمام بن منبہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، قانون بین الممالک، انٹروڈکشن نو اسلام وغیرہ۔

یہ ساری کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر مقبول عام ہوئی ہیں۔ اور اسلام کے مختلف پہلو مغربی مفکروں اور عالم اسلام کے محققین کے لئے مشعل راہ بنے ہوئے ہیں۔

احمد عطاء اللہ



حرف آغاز

حدیث نبوی ﷺ کی نسبت جو قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں اور جو مفروضے باندھے جا رہے ہیں وہ دور جدید کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ ہمارے بعض بھائی اس سوء فہمی میں مبتلا ہیں کہ ریسرچ کا آغاز بھی ان ہی کے ساتھ اس صدی میں جنم لیا ہے اور دریافت و تحقیق کے جو طریقے علمائے سلف نے اختیار کئے تھے اور جن پر عمل آوری کے دوران میں انہوں نے اپنی عمریں یا کم از کم سال ہا سال گزار دیے وہ حقیقی ریسرچ نہیں ہے۔

یہ صحیح ہے کہ قدامت کی تحقیق کا نام ریسرچ نہ تھا لیکن دریافت و تحقیق کا جو مکمل طریقہ انہوں نے اختیار کیا تھا وہ برائے نام ریسرچ سے بہت بالاتر و افضل تر تھا اور اس زمانہ کے عام حالات کے مد نظر جو کام ہو اس کا موجودہ زمانہ کی سہولتوں سے مقابلہ کیا جائے تو وہ یقیناً حیرت ناک بھی تھا۔

اگر بعض یونیورسٹیوں کا موجودہ ریسرچ زیادہ تر یہی ہو کہ مختلف کتابوں سے مواد جمع کیا جا کر ایک جدید تالیف تیار کر لی جائے تو ایسا ریسرچ نہ کیا جانا ہی بہتر ہے۔ جب تک کھرے اور کھوٹے میں تمیز، بیان کرنے والے کی علمی حیثیت اور اس کا

اخلاقی معیار دریافت نہ ہو، حوالہ کا حوالہ، ماخذ کا ماخذ، سرچشمہ کا سرچشمہ معلوم نہ کیا جائے اور سلسلہ بہ سلسلہ معیار کے برقرار رکھے جانے کا اطمینان نہ کر لیا جائے تو جو مواد جمع ہو گا وہ بڑی حد تک ناقابل اعتبار ہی ہو گا۔ واقعہ یہ ہے کہ مقابلہ و تطبیق، نتائج کا اخذ کرنا اور جدید حالات کی دریافت عمل میں لانا وغیرہ ریسرچ کے اصلی مقاصد ہیں۔ لیکن جب ذاتی غرض یا قومی پروپیگنڈا، شخصی مذہب یا کسی نہ کسی ”ازم“ کا پرچار پیش نظر رہے یا خود نمائی یا حصول زر مقصود کار ہو تو ایسی تالیف کو تحقیق کا نام دینا، اصلاً علم کی تحقیر کرنا ہے۔

میں اپنے فاضل بھائیوں کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اولاً اغیار نے اسلام کو صریحاً غلط طور پر پیش کر کے اس کی بدنامی کے درپے ہوئے اور اب جب صحیح حالات کا انکشاف ہوتا جا رہا ہے تو بیرونی وار کے بجائے اندرونی طور پر افتراق کی صورتیں پیدا کی جا رہی ہیں۔ اولاً قرآن مجید کو انسانی تحریر بتلانے کی کوشش کی گئی اور اس کے مضامین کا غلط طور پر ترجمہ کیا گیا۔ اس کے برخلاف غلط تصریحات کئے گئے لیکن اس کے باوجود جب حقیقت ظاہر ہونے لگی کہ جس حیفہ کا ایک حرف آج تک نہیں بدلا اور جو احکام و مضامین کے اعتبار سے آج کل کے ”ترقی یافتہ“ قوانین سے بھی ہر طرح بالاتر ہے تو اب حدیث کی جانب توجہ منعطف ہونے لگی اور اس کے مضامین کے غلط ہونے اور اس میں تحریفات وغیرہ ہونے کا ادعا آغاز کیا گیا تاکہ ایک محاذ پر مایوسی کے بعد دوسرا محاذ کھولا جائے اور فی الجملہ مذہب اسلام کو مطعون کرنے کی سعی کی جائے، افسوس اس کا ہے کہ اس پروپیگنڈے کا شکار اور ایسے الزامات کے تراشنے میں ہمارے ہی بعض حضرات پیش پیش ہیں۔

اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ اگر ملک کے ذی فہم اور قابل افراد بخاری، مسلم،

موطا وغیرہ پر نکتہ چینی کرنے کے بجائے اپنے وقت کو اس کوشش میں صرف کریں کہ قرآنی احکامات اور جو صحیح حدیثیں ہیں ان سے موضوعات حدیثیں اخذ کر کے مسائل حاضرہ کا حل دریافت کریں تو ایسے مساعی یقیناً سب کیلئے فائدہ مند اور خود ان کے لئے موجب برکت ہوں گے اور اس سے ملت کی خدمت ہوگی، دنیا کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ قرآن وحدیث کو اس زمانے کے اعتبار سے بھی کتنا بلند مقام حاصل ہے۔

سنت رسول اللہ ﷺ کی نسبت جو قیاس آرائیاں حالیہ دور میں ہو رہی ہیں وہ زیادہ تر مغربیت کی شان لی ہوئی ہیں۔ مغربیت کا کارنامہ اس صدی میں تعمیری کم اور تخریبی زیادہ رہا ہے، علم کا استعمال انسان سازی کے لئے ہونا چاہئے تھا لیکن اس کا رخ انسانیت سوزی کی جانب پھیر دیا گیا ہے۔ اچھی سے اچھی طاقتوں کو، فطرت کی توانائیوں کو، قدرت کے رازوں کو جو تھوڑا بہت سمجھ گیا ہے تو انسانی دماغ اولاً ان سے بربادی کے سامان پیدا کرنے کی طرف رجوع ہے۔ قدرت کی ایک معمولی شے ایٹم ہے۔ ہزار ہا سال بعد انسان کو معلوم ہوا کہ اس کم ترین جزو مادہ میں عظیم تر توانائی بھی موجود ہے اور فوراً ہی اس کو خود اپنی تباہی کا ذریعہ بنا لیا۔ یہ ہے ریسرچ کی ستم ظریفی، ایسے ریسرچ سے تو جہالت بہتر ہے۔

انسانی وجود کے لئے توازن ضروری ہے جہاں محض مادی ترقی ہو تو وہ زیادہ تر مضر اثرات ہی کی حامل ہوگی، اور انسانی دماغ کو پستی کی جانب رجوع کرے گی۔ اگر انسان اس کا انتظام نہ کرے کہ مادہ کے ساتھ ساتھ روحانی ارتقاء بھی ہو تو انسانی ذہن کی پرورش یک طرفہ ہوگی اور جب کوئی چیز یک طرفہ ترقی پاتی ہے تو مبالغہ تو زان برقرار نہیں رہے گا اور آخر کار مجنونانہ افعال سرزد ہونے لگیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ آج کے حقیقی سائنس دان اور محقق مثلاً الہرت، آئنسٹائن اور

برٹرند رسل وغیرہ بار بار توجہ دلا رہے ہیں کہ مادہ کی ترقی جو ہوئی تھی ہوئی اب اس کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ حقیقی انسانیت و اخلاق کی تعلیم و تربیت ہونی چاہئے ورنہ بربادی لازم آجائے گی۔

کسی بڑی چیز کا حاصل ہو جانا فیض خداوندی کا نتیجہ ہے لیکن اس کا سمجھنا، اس کے حقائق کو دریافت کرنا، اس کی تفصیلات اور اطلاقات سے مطلع ہونا اور عمل آدمی کے طریقے معلوم کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ قدرت الہی پر ایمان لانا، علم کے ساتھ عمل، عمل کے لئے اس کے طریقے، موقع اور محل کی مناسبت سے علم کا اطلاق، یہ وہ ضروریات ہیں جن کے بغیر زندگی کا حقیقی مقام متعین نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن مجید صحیفہ ربانی ہے جو تمام انسانوں اور ہر زمانہ کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔ یہ ایک عام قانون ہے جو دوامی طور پر نافذ ہے لیکن ہر عام قانون کے خاص قواعد ہوتے ہیں، مجمل احکام کے نفاذ کے لئے خصوصی اشکال کا تعین کرنا لازماًت میں سے ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ حالت میں کسی سابقہ پیغمبر کا صحیفہ اصلاً موجود نہیں ہے۔ جو بھی باقیات ہیں وہ محض قواعد یا تشریحات کی نوعیت رکھتی ہیں، ایسا ہونا ضروری بھی تھا کہ ایک صحیفہ ربانی یعنی قرآن مجید کے نازل ہوتے ہوئے سابقہ صحیفوں کا اصلاً برقرار رکھا جانا خلاف مصلحت تھا۔

ساتھ ہی ساتھ اس آخری مختتم اور مکمل صحیفہ ربانی کی تشریح اور اس کے قواعد کی تدوین بھی لازمی تھی ورنہ ہر شخص اپنی استعداد اور ہر زمانہ اپنے رنگ کے لحاظ سے ایسا عمل کرتا جن سے یک جہتی مفقود اور دنیا کا صحیح طور پر ارتقاء پانا محال ہو جاتا، اسی وجہ سے قرآنی احکام کی توضیح و تشریح لازم آئی۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے وہی عظیم ہستی موزوں ہو سکتی تھی جس کو خود خداوند تعالیٰ نے نزول قرآن کے لئے منتخب

فرمایا تھا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن پہونچانے والے کے ہر قرآنی لفظ کو تو سن و عن تسلیم کر لیا جاتا ہے اور یہی ایمان کا تقاضہ ہے لیکن وہ جو اپنے آپ کو ”اہل قرآن“ بتلاتے ہیں اسی پہونچانے والے کی تشریح و توضیح کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ایسا گریز یا تو اس وجہ سے ہوگا کہ معاذ اللہ اس عظیم تر ہستی پر اطمینان نہیں، یا یہ کہ جیسا عام طور پر کہا جاتا ہے یہ احتمال ہے کہ جو تشریح اس بزرگ ہستی نے فرمائی وہ ہم تک حقیقتاً من و عن نہیں پہونچی۔ لیکن ایسی بے اطمینانی کا کوئی معقول سبب بھی ہونا چاہئے۔ ذیل میں چند وجوہ بتلائے جاتے ہیں جو موجودہ زمانہ کے محققین عموماً پیش کرتے ہیں۔

(۱) اولاً یہ کہ جن بزرگوں نے حدیث کی تدوین فرمائی وہ ریسرچ کے اصول سے واقف نہ تھے اس مفروضہ پر آج کل کے چند اشخاص جو قرآن اور عربی علوم سے عام طور پر اور علم حدیث سے خاص طور پر کما حقہ واقف نہیں ہیں یہ تجویز کر رہے ہیں کہ حدیث کی تحقیق از سر نو جدید طریقوں پر کی جانی چاہئے۔

جدید طریقے کیا ہیں اور قدیم طریقے کیا تھے؟ قدیم طریقے کس طرح ناقص تھے اور جدید تجاویز کس حیثیت سے بہتر ثابت ہوں گے اولاً ان کی صراحت ہو جائے تو مناسب ہے تاکہ کوئی صحیح اندازہ کیا جاسکے۔ مناسب ہوگا کہ وہ تفصیل سے ظاہر کریں کہ

(۱) سابق میں علماء تدوین حدیث کے جن طریقوں پر شدت سے کار بند رہے وہ کیا تھے؟

(۲) قدیم طریقوں میں کیا خامیاں ہیں؟

(۳) موجودہ طریقہ کار کیا ہوگا؟

مجھے یقین ہے کہ اگر یہ اصحاب صرف (۱) ہی کی تحقیق کر لیں اور علم رجال وغیرہ کی تفصیلات سے کماحقہ واقف ہو جائیں تو خود ان پر واضح ہو جائے گا کہ تحقیق کتنی مکمل تھی۔

(۲) دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چونکہ حدیث کی تحریر و تدوین خود حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں نہیں ہوئی اس وجہ سے اس کی نسبت وثوق نہیں۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دوسری تیسری صدی ہجری میں تدوین حدیث کے کام کا آغاز ہوا۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کو اکثر و بیشتر آں حضرت ﷺ کے زمانہ ہی میں لکھ لیا گیا تھا بلکہ ایک حد تک اس کی تدوین بھی ہو چکی تھی۔

اسی اصول کے تحت خلفائے راشدین نے بھی اس خصوص میں گراں مایہ کام انجام دیا تھا گو چند وجوہ کی بناء پر انہوں نے اپنے مساعی کو ملوثی کر دیا تھا۔ ایک اہم وجہ ان کے اس طرح کے عمل کی یہ تھی کہ قرآن کریم کا کام چونکہ ابھی ابھی مکمل ہوا تھا، اسی حالت میں احتمال تھا کہ لوگ خلط بحث کریں اور کوئی نامناسب پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں۔

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مجتہداً اور متفرقاً دونوں طریقوں سے حدیث کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آپ سے بعض حدیثوں کو صحابہ کا ایک بہت بڑا گروہ اخذ کرتا تھا چنانچہ اکثر عملی حدیثیں جن میں نماز، زکوٰۃ، حج، وراثت، وغیرہ کے احکام کی تشریح کی گئی ہے اسی قسم کی ہیں۔ قرآن مجید کے مطلب کو رسول اللہ کبھی صرف قول سے کبھی صرف فعل سے اور کبھی ایک ساتھ قول و فعل دونوں کے ذریعہ

سے بیان فرمایا کرتے تھے مثلاً آپ نے نماز ادا فرمائی اور فرمایا:

(صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اَصِلُّیْ)

اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

آپ ﷺ نے حج ادا کیا اور فرمایا:

(خُذُوْا عَنِّيْ مَا سَبَّحَكُمْ)

مجھ سے اپنے حج کے مناسک سیکھو۔

اس لحاظ سے رسول کریم ﷺ کی حیثیت قرآن کے شارح کی ہے، آپ قرآن مجید کی مجمل آیتوں کی تشریح کرتے تھے، اس کی مطلق آیتوں کو مقید فرماتے تھے اور اس کی مشکل آیتوں کی تفسیر کرتے تھے اور اس حیثیت سے حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے مفہوم پر قرآن مجید نے اجمال سے یا تفصیل سے دلالت نہ کی ہو، البتہ اس دلالت کے مختلف طریقے ہیں:

(۱) عام صورت یہ ہے کہ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو واجب التعمیل قرار دیا ہے مثلاً۔

﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(ج ۲۸ سورہ حشر ۱)

جو کچھ رسول تمہیں دیں لے لو اور جس بات سے تمہیں منع

کریں تم اس سے باز رہو۔

نیز:

﴿قُلْ: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾

(ج ۳ آل عمران ۳)

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔

نیز:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾

(سورہ نساء ۸)

مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

اور سب سے بڑھ کر شیخ رسالت کے جگہ مانتے نور (سراجاً منیراً) سے فیضیاب ہونے کے لئے صرف یہی ایک ہدایت کافی ہے کہ۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(۱۲۱ احزاب ۲۰)

تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

قرآن مجید میں اس قسم کی آیتیں دو چار نہیں بلکہ بہ کثرت ہیں۔

(۲) ایک اور صورت یہ ہے کہ احادیث میں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وراثت، دیت، معاشی اور معاشرتی امور وغیرہ کے عملی قواعد ہیں جو قرآن مجید ہی کے احکام کی تشریح میں مدون ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ عہد رسالت کے فرامین مبارک اور سرکاری مراسلے جو محاصل زکوٰۃ وغیرہ سے متعلق ہیں نیز وہ دعوت نامے جو سرکارِ دو عالم ﷺ نے مختلف حکمرانوں یا قبیلے کے سرداروں کے نام روانہ فرمائے تھے وہ سب کے سب احادیث اور سیرۃ کی کتابوں اور تاریخوں میں محفوظ ہیں، منجملہ ان کے ایک دعوت نامہ کا فوٹو خود اس کتاب کی زینت بنا ہوا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں مزید دعوت ناموں کے عکس بھی دیئے جائیں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے احادیث کا ایک کتابچہ مرتب کیا تھا، اسی طرح

عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے "الصحیفۃ الصادقہ" کو ترتیب دیا تھا، صحیفہ جابر بن عبد اللہؓ، مسند ابی ہریرۃؓ اور عمرو بن حزمؓ کے جمع کردہ فرامین رسالت، قیمتی دستاویزات کا مجموعہ ہیں جو ہمارے تاریخی ریکارڈز ہیں۔ اس سے انکار ناممکن ہے کہ اس طرح حفظ حدیث اور یادداشتوں کے تحفظ کا سلسلہ اور تدوین حدیث کا آغاز، عہد رسالت ہی میں ہو چکا تھا۔

حضرت ابو ہریرۃؓ کا درجہ حدیث کے تعلق سے ایک بلند ترین درجہ ہے، صحابہ کرامؓ میں وہ سب سے زیادہ حافظ الحدیث تھے، انہوں نے نہ صرف حدیث کو مرتب کیا، تحریر میں لایا اور محفوظ رکھا بلکہ مختلف اجزاء کا اپنے خاص شاگردوں کو الماء بھی کرا دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے شاگرد ابو عقبہ ہمام بن منبہ کے لئے ایسا ہی ایک مجموعہ "الصحیفۃ الصحیحۃ" مرتب کیا تھا۔

خوش قسمتی سے یہ مجموعہ من و عن محفوظ رہا اور اسی کی اشاعت زیر نظر کتاب ہے۔ جس کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مولوی فاضل، ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ نے ایڈٹ کیا اور اس کیساتھ ہی دیباچہ میں تاریخ و تدوین حدیث سے متعلق پیش بہا تفصیلات بھی بیان کر دی ہیں۔

صحیفہ ہمام بن منبہ، یا ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی عالمانہ بین الاقوامی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں، اتنا سا اشارہ کافی ہے کہ اس قدیم ترین، انمول اور نایاب کتاب کی اشاعت نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ یہ جو عام خیال ہے کہ بروقت تدوین حدیث کا عمل نہیں ہوا صریحاً غلط ہے، معلوم نہیں مستقبل میں ایسے ہی پوشیدہ ذخائر ڈاکٹر محمد حمید اللہ جیسے پر خلوص علماء کی تحقیق سے کتنے اور برآمد ہوں۔ اس وقت یہ ایک مستند

اشاعت اس اوعا کو غلط ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ پہلی، دوسری اور تیسری صدی تک تدوین حدیث کا کام انجام ہی نہیں پایا تھا۔

ابھی حال میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے یہ خوش خبری سنائی ہے کہ انقرہ یونیورسٹی ترکی کے کتب خانہ سے ہمام بن منبہ کے شاگرد رشید، معمر بن راشد کا صحیفہ بھی انہوں نے ڈھونڈ نکالا ہے اور اس کو ایڈٹ کر تاثر و رد کر دیا ہے۔

معمر بن راشد کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل کے جلیل القدر استاد عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ) کے مصنف کو استبول ترکی، یمن، حجاز، ہند اور سندھ کے مخطوطوں کی مدد سے خود ہماری مجلس مشاورت کے قابل معتمد ڈاکٹر محمد یوسف الدین ایڈٹ کر رہے ہیں۔ مصنف عبد الرزاق، عبد رسالت اور عہد راشدہ کے آثار پر ایک قدیم ترین کتاب ہے تو دوسری طرف مسند احمد بن حنبل، بخاری اور مسلم وغیرہ کے حدیثوں کا اصلی سرچشمہ ہے۔

اس کے علاوہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کی بہت سی ایسی حدیث کی کتابیں ہیں مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند حمید وغیرہ جو اب تک منظر عام پر نہیں آئی ہیں، ابن ابی شیبہ، عبد الرزاق بن ہمام کے قریبی زمانہ کے ایک بلند پایہ محدث گزرے ہیں اور ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ الحمیدی، امام بخاری کے اساتذہ میں سے ایک نامور استاذ تھے۔ ایسے نایاب دناور قدیم بیٹش بہا حدیث کے ذخیرے، دنیا کے مختلف کتب خانوں میں قلمی مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔

اسلامک پبلیکیشنز سوسائٹی کے پیش نظریہ امر ہے کہ یکے بعد دیگرے ان انمول ذخیرہ احادیث کی طباعت کا انتظام کرے، پھر صرف حدیث ہی نہیں بلکہ سوسائٹی کی کوشش ہے کہ حدیث کے علاوہ علوم اسلامیہ کے بیٹش بہا خزانوں، قدیم

تفسیر کی کتابوں، اسلامی قانون، اسلامی فلسفہ اور تاریخ اسلام و جغرافیہ وغیرہ کی قدیم نایاب کتابوں کو ایڈٹ کرائے اور ممکن ہو تو ساتھ ہی ساتھ ان کے ترجمے اور خلاصے بھی شائع کرے، اسی سلسلہ میں امام مالکؒ کی بے مثل کتاب ”الموطا“ کا عربی متن کے ساتھ انگریزی زبان میں ترجمہ اور شرح محمد اللہ مکمل ہو چکی ہے۔ امام مالکؒ دیار نبی ﷺ کے برگزیدہ محدث اور فقہ کے امام گزرے ہیں اور یوں موطا کا حدیث اور فقہ (اسلامی قانون) کی قدیم ترین کتابوں میں شمار ہوتا ہے جو ایک ساتھ حدیث بھی ہے اور فقہ بھی ہے۔

ملت اسلامیہ کے علمی تعاون اور سرپرستی میں انشاء اللہ ہم ان کتابوں کی اشاعت کے سلسلہ کو ممکنہ تیزی سے آگے بڑھائیں گے۔

صحیفہ ہمام بن منبہ کی اشاعت کے سلسلہ میں مولوی محمد حبیب اللہ صاحب بی اے نائب ناظم لینڈ ریکارڈ حیدر آباد کا خاص طور پر سوسائٹی کی جانب سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ ہندی مسلمانوں میں سب سے پہلے صاحب موصوف ہی نے ابتداء اس کے اردو ترجمہ کی جانب توجہ کی۔ عربی حصے کی طباعت کے سلسلہ میں السید حبیب عبد اللہ الیمانی صدر ”دارۃ المعارف عثمانیہ یونیورسٹی اور ڈاکٹر محمد یوسف الدین کا شکریہ ضروری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے عربی اور اردو حصہ کی طباعت اور تصحیح کے علاوہ صحیفہ ہمام کی حدیثوں کا بخاری اور مسلم سے تخریج احادیث کا کام بھی انجام دیا ہے۔ غرض من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے تحت سوسائٹی ان سب کی بھی مشکور و ممنون ہے کہ جنہوں نے اس کی طباعت میں ہاتھ بٹایا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مہر جمالدین۔ ایم اے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ طبع ثالث

۱۹۳۳ء میں برلین میں مجھے زیر اشاعت عربی کتاب کا ایک ناقص مخطوطہ ملا تھا، جس میں دو جگہ ایک ایک ورق ضائع ہو گیا ہے۔ میں نے اسے وہیں اپنے لئے نقل کیا اور تلاش رہی کہ اس نا در روزگار کتاب کا کوئی اور نسخہ مل جائے تو تکمیل بھی ہو اور اشاعت کی طرف توجہ بھی کی جائے۔ پورے تیس سال بعد اللہ نے یہ آرزو پوری کی۔
وله الحمد والمنة۔

دمشق کی عربی اکاڈمی نے اپنے موقر سرمانی رسالے ”مجلة المجمع العلمی العربی“ ۱۹۵۳ء، ۲، ۳۷۷ھ کے چاروں نمبروں میں اولاً اسے بہ اقساط طبع کیا۔ پھر اسے بعض اصحابوں کے ساتھ الگ کتابی صورت میں بھی شائع کیا۔ عربی میں ہونے کے باوجود ہندی مسلمانوں میں اس نے اتنی مقبولیت حاصل کی کہ یہ میرے بڑے اور محترم بھائی مولانا محمد حبیب اللہ صاحب نے شدید مصروفیتوں اور غلالت کے باوجود اس کا ترجمہ فرمایا اور ہوائی ڈاک سے میری نظر ثانی کے لئے بھیجے ہوئے اردو ایڈیشن کی خواہش کی۔ اس اثناء میں میرے پاس کچھ اور مواد بھی جمع ہو گیا اور ادھر عربی ایڈیشن بھی ختم ہو گیا۔

ان حالات میں مناسب معلوم ہوا کہ اصل عربی کتاب کا ایک نیا ایڈیشن شائع کیا جائے اور دیباچہ کو عصری بنایا جائے، چنانچہ ایک تو اصل صحیفہ ہمام شائع کیا جا رہا ہے، دوسرے نہ صرف اس کا بلکہ سابقہ عربی دیباچے کا بھی (ضروری اصلاح و ترمیم کے بعد) اردو ترجمہ جو برابر اور محترم نے کیا ہے، شامل کیا جا رہا ہے، یہ دیباچہ بتائے گا کہ حدیث نبوی کی تاریخ میں صحیفہ ہمام کو کیا درجہ اور کیا اہمیت حاصل ہے۔

میں بہتوں کا ممنون بھی ہوں اور خوشہ چشن بھی۔ خاص کر دو کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے، ایک تو جامعہ کلکتہ کے پروفیسر محمد زبیر صدیقی ہیں۔ مخطوطہ ثانی کا اصل میں انہیں نے پتہ چلایا اور پھر فوراً یثرب سے اس کی اشاعت کے لئے میرے حق میں دست بردار ہو گئے۔ تدوین حدیث پر آپ کے بعض گراں قدر مقالوں سے بھی میں نے استفادہ کیا ہے۔ دوسرے استاد محترم مولانا مناظر احسن گیلانی مد فیوضہ ہیں۔ یہاں آئندہ اور اقل میں دیباچے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اصل میں اسی آفتاب کی مانتاب وار ضیاء پاشی ہے۔ جزاھما اللہ حق الجزاء۔

محمد حمید اللہ

پاریس۔ فرانس

دیباچہ

حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت

تمہید:

اللہ کا پیام اس کے بندوں تک بہت سے پیغمبروں نے پہنچایا مگر بد بخت انسان عموماً برادر کشی کے جذبے میں اس کو نیست و نابود کرتا رہا۔ صحف آدم و شیث و نوح تو بہت دور ہیں، ”صحف ابراہیم“ بھی جن کا قرآن مجید (سورہ ۸۷ آیت ۱۹) میں ذکر ہے، اب کہاں ہیں؟ اسی بد بخت انسان نے تورات موسیٰ کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ اس کے سارے نسخے تباہ کر دیئے، زبانی یاد سے اس کے کچھ حصوں کا اعادہ ہوا تو کچھ عرصہ بعد ایک مرتبہ اور اسے یہی مصیبت اٹھانی پڑی۔

ہمارے پاس اب تیسری مرتبہ کا نسخہ ہے^(۱) اور جیسا ہے اس سے سب واقف ہیں۔ تالمود، مشنا اور ہگادا، وغیرہ کے نام سے یہودی اخبار نے بعد کے زمانوں میں جو چیزیں لکھیں ان کے ”اصروا غلال“ (قید و بند) کی شدت سے خدائے رحمان کو اپنے بندوں پر پھر ترس آیا اور حضرت عیسیٰ پیام محبت و مہمت لے کر مبعوث ہوئے۔

(۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا عنوان ”بائبل“ ترمیمی سرٹی ”اولڈ ٹسٹمنٹ“۔

انسان نے آپ کو تین چار سال بھی جین سے پرچار کا موقع نہ دیا۔ آپ وعظ ضرور کرتے رہے لیکن روپوشی کی دائمی ضرورتوں، اور امت کے اجذبین سے اس کا موقع کہاں کہ اپنی انجیل کا املاء کراتے یا اپنے مواظظ کے قلمبند ہونے کا انتظام کرتے۔ آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں وغیرہ نے عرصہ بعد اپنی یادداشتیں مرتب کیں۔ ایسی ہر یادداشت انجیل (یعنی بشارت و خوش خبری) کے نام سے موسوم ہوئی، ان انجیلوں کی تعداد بھی کثیر ہو گئی، اور ان کے آپس کے اختلافات بھی شدید ہو گئے تو ان میں سے چار کا کسی نہ کسی طرح انتخاب کیا گیا^(۱)۔ یہ مستند انجیلیں قرآن سے زیادہ حدیث سے مشابہت رکھتی ہیں یعنی صحابہ اور تابعین اپنے نبی کے ملفوظات کو جمع کرتے ہیں۔ لیکن ان کی قدر و قیمت کی یہاں جانچ کا موقع نہیں ہے۔ صرف اس بات کی طرف اشارہ کافی ہوگا کہ ان انجیلوں میں کہیں عقیدہ تثلیث کا ذکر نہیں بلکہ تورات موسیٰ کی توثیق اور وحدانیت ربانی کی ہی تعلیم ہے، لیکن آج نصرانیت اور تثلیث لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔

سنت اللہ کے مطابق پھر ایک اور قوم کا کلام ربانی کی حفاظت کے لئے انتخاب ہوا۔ یہ عرب تھے مگر کیسے؟

امی عرب:

سامی نسل کے چند قبیلے صحرائی اور ریتلے براعظم عرب میں رہتے تھے۔ کچھ

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا عنوان ”بائبل“ ذیلی سر فہرست ”نیو ٹیسٹمنٹ“ میں بتایا گیا ہے کہ ”یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ چاروں کب اور کہاں مدون کی گئیں“ اسی میں بتایا گیا کہ ”انجیل متی کو دوسری صدی میں مدون کیا گیا“۔

ساحلی رقبہ کو چھوڑ کر، یہ زیادہ تر خانہ بدوش لوگ تھے۔ ان کے وطن میں پانی کی کمی کیا تھی کہ مسائل تمدن ناپید تھے۔ جس زمانے میں بین الممالک تجارت محض تبادلہ اشیاء پر منحصر ہو اور عرب میں نہ تو زرعی اور نہ کوئی اور قدرتی ثروت ہو تو وہاں کے تمدن کی ترقی جتنی سست رہ سکتی ہے، وہ ظاہر ہے۔

چنانچہ علم اور تدوین علم کے سلسلے میں حروف تہجی کے استعمال کی ضرورت تھی، ان کی زبان میں اعراب کو چھوڑ دیں تو اٹھ کس آوازیں، یا حروف صحیح تھے۔ کسی زمانہ میں انہوں نے کہتے ہیں کہ حیرہ (حالیہ کوفہ۔ عراق) والوں سے لکھنا سیکھا۔^(۱) اور ان کے حروف تہجی کو اپنی زبان کے لئے استعمال کیا۔ یہ وہی حروف تہجی ہیں جن میں اب ہم اور عرب ہر دو اپنی زبانیں لکھتے ہیں۔ لیکن اسلام سے پہلے اس خط کی کیا حالت تھی؟ دوسری تمام کوتاہیوں کو چھوڑ بھی دیں تو محض یہ امر کہ اس میں زبر، زیر کا اعراب تو کیا حروف کے نقطے بھی نہ تھے، ابجد ہوز کے اٹھائیس حروف میں سے لفظ کے شروع میں (ب، ت، ث، ن، ی)، (ج، ح، خ)، (د، ذ)، (ر، ز)، (س، ش)، (ص، ض)، (ط، ظ)، (ع، غ)، (ف، ق) میں آپس میں کوئی فرق نہ تھا۔ اور ہر چیز محض اٹکل پر پڑھی جاتی تھی۔ اس پر عربی زبان کی زرخیزی واقعی روشنی طبع کیا تھی بلائے جان تھی۔ ایک معمولی مثال لیجئے؟ (قبل) اسے قبل (ہاتھی) پڑھیں، قبل (کہا گیا)، قبل (پہلے) قتل، (جان سے مار ڈالا) یا فستل (رسی بٹا)؟ بعض وقت کسی جملے میں سیاق و سباق ایک سے زیادہ متبادل صورتوں کا امکان رکھتا ہے۔

دوسری مصیبت یہ تھی کہ بدویت اور روزگار کی دشواری سے اس کا موقع کہاں تھا کہ لوگ لکھنے پڑھنے کی طرف توجہ کریں؟ اور توجہ کریں بھی تو کیا لکھیں، اور

(۱) تفصیل کے لئے بلذری: فوج المہلہ ان ص ۷۱ ۷۲ ۷۳ ملاحظہ ہو۔

کیا پڑھیں، کہ علمی تحقیق و ترقی کا ملک کونہ موقع ملا تھا۔ اور نہ اس کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ بڑے سے بڑے حضری مرکز، بہت سی اور شہر میں بھی، جہاں تاجرانہ وصول طلب قرضوں کی یادداشت لکھتے ہوں گے، پندرہ بیس آدمیوں سے زیادہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ کچھ اندازہ ان مثالوں سے ہوگا:

تقریباً ۷ھ میں جو انا (مشرقی عرب، علاقہ الحساء) جیسے بڑے مقام پر رسول اکرم ﷺ نے ایک تبلیغی خط بھیجا تو راوی کہتے ہیں کہ سارے علاقے اور قبیلہ میں ایک شخص بھی نہ تھا جو خط کو پڑھ سکے۔ لوگ تلاش اور انتظار کرتے رہے تا آنکہ ایک بچہ ملا جس نے خط پڑھ کر سنایا۔^(۱) تقریباً اس زمانے یا کچھ بعد کا واقعہ ہے کہ النبی بن ثویب مسلمان ہوئے یہ ایک بڑے قبیلے کے سردار تھے اور اتنے بڑے شاعر کہ ان کی نظموں کا ایک دیوان تیار ہوا ہے۔ انہیں ان کے قبیلہ عک (عین) کا سردار مامور کر کے ایک تحریری پروانہ بارگاہ رسالت سے عطا ہوا۔ بازار میں آکر یہ پوچھنے لگے: کیا آپ لوگوں میں کسی کو پڑھنا آتا ہے؟ یہ خط پڑھ کر مجھے سنائیے۔^(۲)

عہد اسلام میں عربوں کی تیز گام علمی ترقی:

اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں باشندگان عرب نے لکھنے پڑھنے اور اپنے معلومات کی تدوین کرنے کی طرف اتنی توجہ نہ کی جتنی اسلام قبول کرنے کے بعد۔ لیکن حیرت اس پر ہوتی ہے کہ ان کی امیت و جاہلیت کے دور ہر قسم کے علوم و فنون سے ان کے والہانہ اعتناء کے درمیان زمانہ اتنا مختصر ہے کہ پرانی تاریخ

(۱) میری کتاب الوثائق السیاسیہ (نمبر ۷۷) کو دیکھئے۔

(۲) الوثائق السیاسیہ نمبر ۲۲۳۔

عالم میں اتنی تیز علمی ترقی کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ کہتے ہیں کہ بعثت نبوی کے وقت شہر مکہ میں سولہ سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے،^(۱) شہر مدینہ میں تو اس سے بھی کم عرب یہ فن جانتے تھے، لیکن دوسری صدی ہجری ہی سے عربی زبان، علمی نقطہ نظر سے دنیا کی متمول ترین زبانوں میں شامل ہو گئی تھی، یہ کیسے ہوا؟

اسلامی حکومت کا آغاز ۱ھ، ۶۲۲ء میں ہوا، جب کہ پیغمبر اسلام ہجرت کر کے مدینہ جا رہے۔ مگر اس وقت وہ ایک چھوٹے سے شہر کے بھی صرف چند حصوں پر مشتمل تھی کیونکہ باقی مدینہ، یہودیوں یا تاحال اسلام نہ لائے ہوئے عربوں کے قبضے میں تھا۔ اس زمانے میں جزیرہ نمائے عرب میں سینکڑوں قبیلے کیا تھے کہ حقیقت میں سینکڑوں ہی خود مختار مملکتیں تھیں جن میں ہر ایک دوسرے سے مکمل آزاد تھی۔

۶ھ کے اواخر میں، جب مسلمانوں اور مکہ والوں میں صلح ہوئی تو اس وقت تک بھی یہ اسلامی مملکت چند سو مربع میل سے زیادہ رقبے پر مشتمل نہ ہو سکی تھی^(۲) لیکن اس کے بعد پانچ سال بھی نہیں گزرے تھے کہ جب ۱۱ھ میں رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو اسلامی مملکت تقریباً دس لاکھ مربع میل علاقے (پورے عرب اور جنوبی فلسطین) پر پھیل چکی تھی۔ اس پر مشکل سے پندرہ سال گزرے تھے کہ حضرت عثمان کی خلافت کے زمانے (۲۶ھ) میں، ایک طرف طبری^(۳) کے مطابق،

(۱) تفصیل کے لئے بلاذری: فتوح البلدان ص ۳۷۲ باب "خطبہ کی ابتداء" ملاحظہ ہو۔ مورخ

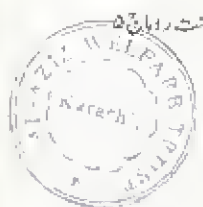
بلاذری نے ان سترہ آدمیوں کے نام بھی گنوائے ہیں۔

(۲) تفصیلات اور نقشے کے لئے دیکھئے میری کتاب "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی" ص ۱۱۵

و ما بعد "صلح حدیبیہ"۔

(۳) تاریخ طبری، طبع یورپ ص ۲۸۱ وما بعد، نیز گمین: تاریخ زوال و انحطاط سلطنت روم ص ۵

ص ۵۵۵ مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔



سارے شمالی افریقہ سے گزر کر اسلامی فوجیں اندلس میں داخل ہو چکی تھیں، تو دوسری طرف بلاذری^(۱) کے مطابق وہ دریائے جیخون (oxus) کو عبور کر کے ماوراء النہر یعنی چین میں گھس گئی تھیں۔ اس کی توثیق، ہمعصر چینی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔^(۲) جنوب میں یہ لشکر خود حضرت عمرؓ کی خلافت میں تھانہ (بمبئی یا گجرات) اور دہلی (تھہ، قریب کراچی) تک^(۳) اور شمال میں آرمینیا اور اس سے بھی آگے تک پہنچ چکے تھے۔^(۴)

یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان عرب اپنے حریفوں سے نہ تعداد میں اور نہ ہی ساز و سامان میں کوئی نسبت رکھتے تھے۔ اسی طرح پیر نطنی (رومیوں) اور ایرانیوں میں، جن سے انہیں سابقہ پڑا تھا، خود فتنوں حرب و قتال جس بلند درجے پر پہنچے ہوئے تھے، اس کا بیچارے بدویوں کی حالت سے مقابلہ کرنے کا سوال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ مزید برآں یہ مسلمان عرب اپنے گھروں اور خیموں سے کسی لوٹ مار یا زمانہ جاہلیت کی عادت گری کے لئے بالکل نہیں لگے تھے۔ بلکہ صرف اس لئے کہ اللہ ہی کا بول بالا ہو (لَتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلَا)۔

اصل میں ان کی جبلی صلاحیتیں اور اسلامی تربیت ہی اس بات کی ذمہ دار تھیں کہ اس نتیجے تک پہنچیں۔ ان کے لئے فتوحات سیف ہوں کہ فتوحات قلم، دونوں ایک ہی چیز کے دو پہلو، اور ایک ہی باعث دوائی کے دو مظاہر تھے۔ ہمارے کرم فرماؤں کو اس کا یقین نہیں آتا۔ اگر فتوحات سیف میں خود ان کے مقبوضات ہاتھ سے نہ گئے

(۱) بلاذری، فتوح البلدان، طبع یورپ ص ۴۰۸۔

(۲) حوالوں کے لئے بار تولد کی انگریزی کتاب ”ترکستان“ ص ۶۔

(۳) بلاذری، فتوح البلدان ص ۳۳۸ باب فتوح الهند۔

(۴) تاریخ طبری حالات ص ۱۹۔

ہوتے تو شاید محض اسلامی تاریخوں میں اس کا ذکر دیکھ کر اس کے وجود سے بھی اسی طرح انکار کر بیٹھتے جس طرح فتوحات قلم کے متعلق ان کا رویہ ہے۔

یہاں ہمیں آغاز اسلام کی ششیر زنی (اور جسم انسانی کے علم جراحی) اور اس کے ارتقاء سے بحث نہیں، ہم اس دور کی قلم آرائی (اور ذہن انسانی کی تربیت و اصلاح) پر اکتفا کریں گے۔

پیشمر اسلام کی تعلیمی سیاست:

سب جانتے ہیں کہ پیشمر اسلام امی تھے، قرآن شہادت دیتا ہے کہ آپ کو نہ پڑھنا آتا تھا، نہ لکھنا!

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذَا لَأَرْثَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾ (سورہ ۲۹ ع ۵ آیت ۲۸)

اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے سیدھے ہاتھ سے لکھتا تھا اور نہ باطل پرست شک میں پڑ جاتے۔

یہ کتنا دلورہ انگیز امر ہے کہ نبی امی کو سب سے پہلے جو وحی ربانی ہوئی وہ لکھنے کی تعریف اور پڑھنے کے حکم ہی پر مشتمل تھی:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ، الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (سورہ ۹۶ آیت ۵)۔

پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے۔ جس نے انسان کو جنم ہوئے خون کے قطرے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا بزرگ و برتر رب وہ ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو سکھایا جو وہ نہ

جانتا تھا،

یہاں ”اِقْرَأْ“ کے معنی پڑھنے ہی کے ہو سکتے ہیں۔ معمولی پیام پہنچانے کے نہیں۔ (جیسے محاورہ بقدرک السلام میں ہوتے ہیں) کیونکہ سیاق عبارت میں قلم کی تعریف اور اس کے ذریعہ علم ہونے کا ذکر ہے۔ غرض نبی امی نے امت کو اللہ کا جو پہلا حکم پہنچایا۔۔۔ اور جس کی عمر بھر تعمیل کرائی۔۔۔ وہ پڑھنے اور لکھنے ہی کے متعلق تھا۔ اور آپ، جیسا کہ قرآن میں بیان ہوا ہے:

﴿فَبِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُولًا مِنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِکْمَةَ﴾ (سورہ ۱۰۶ آیت ۲)

یعنی امیوں میں انہیں میں کے ایک رسول تھے جو ان پر اس یعنی خدا کی آیتیں تلاوت فرماتے ان کو تزکیہ نفس سکھاتے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے۔

اسی طرح آپ و ثقافتاً نازل ہونے والی آیتوں اور سورتوں کے فوراً لکھانے کا انتظام فرماتے، جو تزکیہ اخلاق اور تعلیم و ہنی پر مستزاد تھا۔ مگر ہم وطنوں نے آپ کی بات کم مانی، اور آپ کو، آپ کے ساتھیوں کو، جو خدا کی راہ میں ساتھ دے رہے تھے، طرح طرح سے ستانا شروع کیا،^(۱) جب اذیت کا پانی

(۱) اس زمانے میں بھی چند مدینے والے مسلمان ہوئے تو وہاں ایک معلم بھیجا گیا (یعنی حضرت معصب بن عمیر جو مرقی کہلاتے تھے) تاکہ لوگوں کو قرآن، فقہ اور دینیات کی تعلیم دیں۔ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے (دیکھو سیرت ابن ہشام ص ۲۸۹ تا ص ۲۹۰)۔ اسی طرح بخاری میں ہے ”براء صحابی کہتے ہیں کہ صحابہ میں اہل مدینہ میں معصب بن عمیر اور ابن ام مکتوم آئے اور قرآن کی تعلیم دینے لگے“ (بخاری، کتاب التفسیر)

سر سے اونچا ہو گیا، تو جو لوگ ہجرت کر سکتے تھے، گھربار چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور آخر آپ ﷺ بھی ان سے جا ملے، اور وہاں امت کی سیاسی تنظیم و تشکیل شروع فرمائی۔ ہجرت کے بعد جو سروسب سے پہلے نازل ہوئی، وہ سورہ بقرہ ہے۔ اور اسی میں مشہور آیت مداینہ (اصول قرض و ہبی) بھی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَيْتُمْ بُدَيْنَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَلَا تُكْسِبُوهُ وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ وَلَا تَسْتُمُوتَا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَذْنَىٰ آلَا تَرْتَابُوا﴾

(قرآن سورہ بقرہ ۲۸۴ آیت ۲۸۲)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہیں، جب تم آپس میں کوئی قرض دہی کسی معینہ مدت کیلئے کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔۔۔۔۔ اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کی شہادت حاصل کرو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔۔۔۔۔ اور کا بیانی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو یا بڑا اس کے وعدہ تک۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کے لئے زیادہ سیدھی اور مضبوط، اور اس بات سے زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو۔

اس آیت کے نازل ہونے سے لکھنے پڑھنے پر توجہ بڑھ ہی گئی ہو گی۔^(۱)

(۱) قرض دہی کے علاوہ حدیثوں میں وصیت کو بھی لکھ رکھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کسی مسلمان کو جس کے پاس وصیت کے لائق کچھ مال و دولت ہو تو یہ مناسب نہیں کہ دور اسی طرح گزارے مگر یہ کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی رکھی ہو۔ (الاصیۃ منکتابہ عندہ)“ (بخاری ج ۱ کتاب الوصایا)۔

لکھنے پڑھنے کی عام ترویج کا انتظام:

مدینہ منورہ آنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی۔ اس عمارت کے ایک حصہ میں سائبان اور چوڑا (صفہ) بنایا گیا۔ یہ اولین اسلامی اقامتی جامعہ تھی۔ رات کو طلبہ اس میں سوتے، اور اساتذہ ماسور کئے گئے جو دن کو انہیں وہاں لکھنے پڑھنے اور مسائل دین وغیرہ کی تعلیم دیتے، چنانچہ عبد اللہ بن سعید بن العاصؓ جو خوشخط تھے، اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے مشہور تھے۔ انہیں وہاں لکھنا سکھاتے^(۱)۔ اسی طرح عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ انہیں رسول اکرم ﷺ نے اس بات پر مامور کیا کہ صفہ میں لوگوں کو لکھنا سکھائیں اور قرآن پڑھائیں^(۲) مدینے میں ۲ ھ میں ایک اور اقامتی درسگاہ دارالقراء کا بھی پتہ چلتا ہے۔^(۳)

ہجرت پر مشکل سے ایک سال گزر تھا کہ رمضان ۲ ھ میں ہجر کا معرکہ پیش

(۱) اسد الغابہ لابن الاثیر ۱۷۵/۳۔ استیعاب لابن عبد البر جلد دوم ص ۳۹۳۔ الاصابہ لابن حجر نمبر (۱۷۶۹) ان کا نام زمانہ جاہلیت میں الحکیم تھا۔ رسول اللہ نے عبد اللہ سے موصوم فرمایا، صفہ کی درس گاہ میں تعلیم پانے والوں کی کثیر تعداد کا انداز اس سے ہوتا ہے کہ ایک قبیلہ تہیم سے ۸۶،۷۰۰ حصہ آئے تھے، ابن عبد البر کہتے ہیں:

كان في وفد تميم سبعون او ثمانون رجلاً فاسلموا وقيموا في المدينة مدة يعلمون القرآن والدين. (قبیلہ تہیم سے ستر یا اسی اشخاص اسلام لائے اور مدینہ میں ایک مدت تک ٹھہر کر قرآن سیکھا اور دینی تعلیم حاصل کی) (استیعاب)

(۲) الترابیع الاداریہ لعبدالحی الکلبانی ۴/۸۱ (بحوالہ ابوداؤد)

(۳) الکلبانی ۵۶/۱۔

آیا جس میں دشمن کی تعداد مسلمانوں سے ٹگنی تھی^(۱) پھر یہ کامیاب رہے اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔ ان اسیروں سے جو برتاؤ کیا گیا اس پر آدمی سردھننے پر مجبور ہو جاتا ہے، چنانچہ دشمن کی رہائی کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہو وہ دس دس مسلمان بچوں کو اس فن کی تعلیم دے۔^(۲) کیوں نہ ہو کہ ”نہی الملحمة“^(۳) ساتھ ہی ”مدینة العلم“^(۴) بھی تھا۔

بعض دقیقہ رس محدثوں نے اس واقعہ کا خوب عنوان باندھا ہے ”مشرک کو استاد بنانے کا جواز“ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ تعلیم پھیلانے کے متعلق مستقل سیاست ہی کی پیش رفت و تعمیل تھی۔

رسول کریم ﷺ اکثر فرمایا کرتے: ”بُعِثْتُ مُعَلِّمًا“^(۵) (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں) اسی طرح آپ بچوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اپنے پڑوسیوں سے علم سیکھیں^(۶)۔

(۱) مسلمانوں کے پاس تین سو سے کچھ ہی زائد سپاہ تھی، دشمن کی تعداد پورخوں نے ساڑھے نو سو لکھی ہے (طبری ص ۱۲۹۸، ص ۱۳۰۶، نیز ابن خثام ص ۴۳) تفصیل کیلئے دیکھئے میری کتاب: عہد نبوی کے میدان جنگ، عنوان ”غزوہ بدر“۔

(۲) طبقات ابن سعد، ۲/۱ ص ۴، کتب: الروض الانف جلد ۲ ص ۹۲، مستدرک حاکم ص ۲۴۷/۲، نیز کتاب الاموال ص ۱۱۶ نمبر ۳۰۹، مصنف عبدالرزاق میں بھی ان کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

(۳) ابن عسیر، ذہبی، ماوردی، طبری وغیرہ نے اسے حدیث قرار دیا ہے۔ طبرانی کبیر میں ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں: ”اننا نبی الملحمة، اننا مدینة العلم، مستدرک حاکم، طبرانی کبیر، اس کے راوی ہیں، جامع صغیر ص ۲۹۔

(۴) چاہے یہ الفاظ حدیث میں ثابت نہ ہوئے ہوں، مفہوم کی صحت پر کسی کو اعتراض نہیں۔

(۵) سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء، ابن عبد البر، مختصر بیان العلم ص ۱۵ نیز مشکوٰۃ، کتاب

العلم بحوالہ دارمی۔

اور اپنے پڑوس کی مسجد میں سبق پڑھا کریں۔^(۲) مورخ بلاذری نے ذکر کیا ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں نو مسجدیں تھیں۔^(۳) بیچ وقت نمازیں لوگ وہیں پڑھتے لیکن نماز جمعہ کے لئے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں جمع ہو جاتے۔ مورخ بیان کرتے ہیں کہ اہل جوٹانے (جو بحرین یعنی موجودہ الجسار میں ہے) ایک مسجد تعمیر کی جو مدینہ کی مسجد کے بعد پہلی جامع مسجد تھی۔ اصل میں اس حضرت ﷺ نے انہیں لکھ بھیجا تھا کہ ”فلاں فلاں جگہ مسجد بناؤ۔۔۔۔ اور ایک روایت میں: مسجد بناؤ اور فلاں فلاں کام کرو۔۔۔۔۔ ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا۔“^(۴) یقیناً یہاں بھی درس و تدریس کا انتظام ہوا ہو گا۔

اسی طرح جب عمرو بن حزم کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا گیا تو انہیں فرائض منہی کے متعلق ایک تحریری ہدایت نامہ دیا گیا، اس میں انتظامی امور کے علاوہ تعلیم کی اشاعت کے بھی احکام ہیں۔^(۵)

مورخ طبری نے اس کے واقعات میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل کو ناظر تعلیمات بنا کر یمن بھیجا، جہاں وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ

(۱) الکافی: اترا تہب الاداریہ ج ۱ ص ۴۱ بحوالہ اصحابہ، ابن اثیر: اعیان

(۲) ابن عبد البر: مختصر، بیان العلم ص ۱۳

(۳) بلاذری: انساب الاشراف (مخطوط قاہرہ) ج ۱ ص ۳۲۰

(۴) پورا متن میری کتاب: الوثائق السیاسیہ میں نمبر (۷۷) بحوالہ بخاری، ابن طہولون، یا قوت

وغیرہ دیکھئے۔

(۵) الوثائق السیاسیہ نمبر (۱۰۵) بحوالہ ابن ہشام، طبری وغیرہ۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں: استعمل

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرُ بْنُ حَزْمٍ عَلَى أَهْلِ نَجْرَانَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِ عَشْرَةَ سَنَةً لِيَتَفَقَّهُمْ

فِي الدِّينِ وَيُعَلِّمَ الْقُرْآنَ (رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو اہل نجران پر گورنر بنا کر بھیجا۔۔۔۔ اور وہ ستر

سال کے تھے۔۔۔۔۔ کہ قرآن پڑھائیں اور دینی تعلیم دیں۔) ابن عبد البر: الاستعاب

کیا کرتے اور مدارس کی نگرانی و انتظام کرتے۔^(۱)

مرد ہی نہیں، عورتیں بھی اس تعلیمی سیاست کا موضوع تھیں، اس حضرت ﷺ نے ہفتہ میں ایک دن عورتوں کی تعلیم و تذکیر کے لئے مخصوص فرما رکھا تھا۔^(۲) موطا کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور ام المومنین حضرت حفصہؓ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔^(۳) نیز ابو داؤد^(۴) و عبد الرزاق^(۵) کی حدیث ہے

(۱) تاریخ طبری (طبع یورپ) سلسلہ اول ص ۱۸۵۲ تا ۱۸۵۳ اور ص ۱۹۸۱ مورخ ابن خلدون

بھی لکھتے ہیں: ”بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ مُعَلِّمًا لَا هِلَّ لِيَمِينٍ وَحَصْرٌ مَوْتٍ“ (رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل کو یمن والوں اور حضر موت کا معلم بنا کر روانہ فرمایا)

قاہرہ اور عضل نامی دو قبیلے مشرف بہ اسلام ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے چھ مدرس مقرر فرمائے۔

قَدْ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عُضَلٍ وَفَارَةَ مَرْتَدًا بِنِ ابْنِ مَرْتَدٍ، عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ،

حَبِيبَ بْنَ عَدَى، خَالِدَ بْنَ الْبَكْبَكِ، زَيْدَ بْنَ دُثَنَةَ، عَبْدِ اللَّهِ بْنَ طَالِقٍ، لِيَتَفَقَّهُوْهُمُ فِي

الدِّينِ وَيُعَلِّمُوهُمْ الْقُرْآنَ وَشُرَائِعَ الْإِسْلَامِ۔۔۔۔

(ابن عبد البر: الاستعاب)

رسول اللہ ﷺ نے عضل اور قارہ قبیلے کے لئے مرتد بن ابی مرتد، عاصم بن ثابت،

حبیب بن عدی، خالد بن البکبر، زید بن دثنہ، عبد اللہ بن طالق کو روانہ فرمایا تھا کہ یہ قرآن

پڑھائیں، دینا تعلیم اور شریعت اسلامیہ کا درس دیں۔۔۔۔

(۲) بخاری ج ۱، کتاب العلم، باب: هَلْ يُعَلِّمُ الْمَرْءُ الْمَرْءَ عَلَى حَيْثُ فِي الْعِلْمِ۔

(۳) موطا امام مالک میں زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ”ام المومنین حضرت عائشہؓ نے اپنے

آزار کردہ غلام ابو یونس کو حتم دیا کہ ان کیلئے ایک مصحف لکھ دیں“ نیز عمرو بن رافع کہتے ہیں کہ ”میں ام

المومنین حضرت حفصہؓ کے لئے مصحف لکھا کرتا تھا۔۔۔۔“ امام مالک: موطا، کتاب الصادق، الصلوٰۃ الوسطی۔

(۴) سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب الرقی نیز بلاذری: فتوح البلدان ص ۷۳

(۵) مصنف عبد الرزاق ج ۳ کتاب الجامع باب الرقاع۔

کہ ام المومنین حفصہؓ نے آل حضرت ﷺ کے علم و اجازت سے اپنی ایک رشتہ دار خاتون شفا بنت عبد اللہ سے (جو خوب پڑھی لکھی تھی) لکھنا سیکھا تھا۔ یہاں اس پہلو کو طول دینے کی ضرورت نہیں، سوائے اس کے کہ زمانہ تعلیم پر اس توجہ کا ہی نتیجہ تھا کہ بعد کے زمانے میں عورتیں مختلف علمی میدانوں میں مردوں کے ساتھ مسابقت کرنے لگیں، چنانچہ زیر اشاعت صحیفہ ہمام کے مخطوطہ دمشق کے سماعت میں (جو آگے اپنی جگہ درج ہیں)، ایک معلمہ کا بھی تذکرہ ہے یعنی ام الفضل کریمہ بنت ابی الفراس نجم الدین القرشیہ الزبیریہ، جس نے اپنے گھر میں ایک مدرسہ حدیث کھول رکھا تھا۔ اسی طرح ابو عبید قاسم بن سلام (۱۵۴ھ تا ۲۲۳ھ) کی کتاب الاموال، جو مالیہ حکومت (فینانس) کے دقیق مسائل پر مشتمل ہے، بسم اللہ کے بعد ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے (یہ کتاب اب مصر میں چھپ گئی ہے):

قُرِیْ عَلَی الشَّيْخَةِ الصَّالِحَةِ الْكَاتِبَةِ، فَخْرِ النِّسَاءِ شَهِدَةُ بِنْتُ
أَبِي نَصْرٍ أَحْمَدَ بْنِ الْفَرَجِ بْنِ عُمَرَ الْإِبْرَی الدِّیْنَوَرِیِّ بِمَنْزِلِهَا
بِبَغْدَادَ.

نکو کا رو خوش نویس پروفیسر فخر النساء شہدہ کو (جو سوزن ساز یعنی سوئی بنانے والے ابو نصر احمد بن الفرج بن عمر دینوری کی دختر ہیں) بغداد میں ان کے گھر پر سنار سند حاصل کی گئی۔

اسلام کی ابتدائی صدیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے ہوں تو حدیث یا رجال کی کتابیں دیکھ لی جائیں جن میں راویوں کے ناموں میں عہد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی خدمات علم کے نام کثرت سے مل جائیں گے۔

تذوین حدیث:

تعلیم کے بارے میں آل حضرت ﷺ کی عام سیاست کے جو اثرات پیدا ہوئے، یہ ان میں سے کے چند نمونے اور مثالیں ہیں لیکن ہمیں تذوین حدیث کے مسئلے سے ہی یہاں خاص بحث ہے۔ حدیث یعنی حدیث نبوی میں رسول اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات (یعنی کسی صحابی کو کچھ کرنے دیکھ کر اسے روا اور برقرار رکھنا) تینوں شامل ہیں۔ انہیں کا تذکرہ حدیث کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کتابوں کی تالیف کا آغاز کب ہوا؟ اور موجودہ مروجہ کتابوں پر کوئی غیر جانبدار شخص کس حد تک اعتماد کر سکتا ہے؟ واضح رہے کہ زیر اشاعت صحیفہ ہمام بھی حدیث ہی کی ایک تالیف ہے۔

بدیہی طور پر یہ ایک محال بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ کہا، کیا، یا اوروں میں روا رکھا، یہ سب کا سب لکھا اور مدقن کیا گیا ہو۔ یہ انسانوں کا نہیں فرشتوں کا کام ہے۔ ”کِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَقُولُونَ“ (سورہ ۸۲، آیت ۱۱) (یعنی تم جو کچھ کرتے ہو، اسے شریف، لکھنے والے فرشتے خوب جانتے ہیں) اسی طرح یہ بدگمانی بھی بے بنیاد ہے کہ عہد نبوی میں کچھ لکھا ہی نہیں گیا کیونکہ واقعات اس کے خلاف ہیں جیسا کہ آگے نظر آئے گا۔ بہر حال اسی امی امت نے اپنے نبی کی جو حدیثیں اپنی آنکھ دیکھی اور کان سنی باتوں کی بناء پر لکھی ہیں وہ اس سے کہیں بڑھا چڑھا ہے جو دوسری امتوں نے اپنے انبیاء کے متعلق بروقت لکھا ہو۔ بالکل اسی طرح جس طرح یہ امی امت دوسروں پر اپنے آغاز کار ہی میں فتوحات ملکی اور دوردراز براعظموں میں دین کی نشر و اشاعت کے بارے میں بھی غیر معمولی فوقیت رکھتی ہے۔

لیکن نہ محض خوش اعتقادی کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی جرح کہ کسی

جو یائے حق کی طرح آغاز شک اور ”معلوم نہیں“ سے کریں اور سوائے ایسی چیز کے جس سے انکار کی مجال نہ رہے کسی بات کو نہ مانیں۔

ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ اس زمانے میں غریب عربی خط کا کیا حال تھا اور عربوں میں لکھنا پڑھنا جاننے والوں کی تعداد کتنی تھی۔ جب ”سیکھو اور سیکھو“ کا حکم نبی کریم ﷺ نے اپنے پیروؤں کو دیا تو ان امیوں لیکن مخلص و مستعد فداکاروں کے لئے یہ چیلنج تھا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ وہ اس سے کس طرح عہدہ برا ہوئے۔

عہد نبوی میں سرکاری طور پر لکھی ہوئی حدیثیں:

(الف) جب مکی مسلمان مدینہ ہجرت کر گئے تو انہوں نے وہاں ایک حکومت اور شہری مملکت کی بنیاد بھی رکھی۔ رسول اکرم ﷺ نے وہاں کے سب باشندوں یعنی مہاجرین، انصار، یہود، تاحال اسلام نہ لائے ہوئے عربوں وغیرہ سے مشورہ کیا اور ایک دستور مملکت نافذ فرمایا۔ یہ تاریخ عالم میں سب سے پہلا ”تحریری دستور مملکت“^(۱) ہے۔ اس میں حاکم و محکوم دونوں کے حقوق و واجبات کی تفصیل ہے اور ابتداء یوں ہوئی ہے: ”پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ ایک تحریر ہے جو قریش اور یثرب کے مومنین اور مسلمانوں اور ان لوگوں کے درمیان (مؤثر) ہے جو ان (مسلمانوں) کے تابع ہوں، ان سے آپلیں اور جنگ میں ان کے ساتھ حصہ لیں، یہ حقیقت میں (دنیا کے) سارے لوگوں سے علیحدہ ایک مستقل امت ہیں..... وغیرہ“

(۱) متن کے لئے اونیانکی سیاسیہ نمبر (۱) بحوالہ ابن ہشام، ابو عبیدہ دامن سید الناس وغیرہ اور تفصیلی بحث کے لئے اردو میں میری تالیف ”عہد نبوی کا نظام حکمرانی“ باب سوم، عربی میں ردیہ اور موثر دارالعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۹۳۳ء اور انگریزی میں اسلامک ریویو (ڈاکنگ) اگست تا نومبر ۱۹۴۱ء۔

یہاں ”یہ ایک تحریر ہے“ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ضرور ہے کہ یہ کوئی لکھی ہوئی تحریری چیز ہو^(۱)۔ ہاں دفعت کے اس دستور میں نفس متن میں پانچ مرتبہ ”اہل هذه الصحيفة“ (اس دستاویز والوں) کے الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”یہ تحریر (کتاب) کسی ظالم یا گناہ گار کے برخلاف حاکم نہ ہوگی۔“ یہ بھی کہا ہے کہ ”یثرب کا میدان (جوف) اس صحیفے والوں کے حق میں ایک حرم ہے“ اگرچہ نفس دستور میں اس یثربی حرم یعنی شہری مملکت کے حدود کی تفصیل نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ذیلی قواعد کے طور پر اس کو بھی تحریری طور پر منضبط کیا گیا تھا چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند^(۲) میں روایت کی ہے۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ.... قَالَ الْمَدِينَةُ حَرَمٌ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. وَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدَنَا فِي أَدِيمٍ خَوْلَانِي.

رافع بن خدیج سے مروی ہے..... کہ مدینہ ایک حرم ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے اور یہ ہمارے پاس ایک خولانی چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔

جہاں سیاسی نقطہ نظر سے حدود مملکت اور رقبہ سلطنت کا تعین ضروری خیال کیا گیا، وہیں عملی نقطہ نگاہ سے سرحد اندازی بھی لازم تھی چنانچہ مطری نے اپنی تاریخ مدینہ (مائنسٹر الہجرۃ من مغالیم دارالہجرۃ) میں تصریح کی ہے^(۳) کہ ”کعب بن

(۱) محدث عبدالرزاق نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں ”رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَسَمَ قَالَ فِي الْكِتَابِ

الَّذِي كَتَبَهُ بَيْنَ فَرَسٍ وَالْأَنْصَارِ (مصنف عبدالرزاق، کتاب الخوّل)

(۲) مسند احمد بن حنبل۔ جلد چہارم ص ۱۴۱، حدیث نمبر (۱۰)

(۳) مخطوطہ شیخ الاسلام، عادل حکمت بے، مدینہ منورہ، باب تحریم المدینۃ۔

مالک کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا کہ مخیص، حُفَیاء، ذُو الْعَتِیْرہ اور نِیم (کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر علامت سرحد کے منارے تعمیر کروں۔“

(ب) اسی طرح ہجرت کے ابتدائی زمانے میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی چنانچہ صحیح بخاری میں رہایت ہے اُن حضرت نے فرمایا:

اُكْتُبُوا لِي مَنْ نَلَفَظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ.

مجھے ان لوگوں کے نام لکھ دو جو اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔

فَكُتِبْنَا لَهُ الْفَتْحُ وَخَمْسُ مِائَةِ رَجُلٍ.^(۱)

اس پر ہم نے آپ کے لئے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھ

دیئے۔

اس میں مرد، عورت، بچے اور بڑے سب شامل معلوم ہوتے ہیں، یہ مردم شماری تحریری طور سے ہونا بیان کی گئی ہے۔ تعداد سے گمان ہوتا ہے کہ یہ ساڑھ کا واقعہ ہوگا۔

(ج) سرکاری دستاویزوں اور معاہدوں، پروانوں کا آغاز ہجرت سے بھی پہلے ہو چکا ہونا نظر آتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں^(۲) کہ تمیم داری کو ہجرت سے پہلے بھی فلسطین کا شہر حبرون ایک پروانے کے ذریعے سے یہ کہہ کر جاگیر میں دیا گیا کہ جب یہ شہر خدا کی عنایت سے فتح ہو، تو وہ تمہارا ہے، اسی طرح خود سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک مدلیجی کو

(۱) بخاری کتاب الجہاد والسیر، باب کُتَابَةُ الْإِمَامِ لِلنَّاسِ (کتاب ۵۶، باب ۸۱، حدیث نمبر ۱)

(۲) الوفاق السیاسیہ نمبر (۴۳)، بحوالہ طبری، مقررری، قسطنطنیہ وغیرہ۔

ایک پروانہ امن لکھ کر دیا گیا تھا۔^(۱) ان سے قطع نظر کریں تو ایسا نظر آتا ہے کہ ساڑھ میں قبیلہ جہینہ سے حلیفی اور دوستی کا معاہدہ ہو گیا تھا اگرچہ اس کا متن نہیں ملتا، چنانچہ سیف یعنی ساحل بحر (شیخ) کی سمت سے حضرت حمزہؓ کی جو مہم بھیجی گئی اس کے ذکر میں ابن ہشام^(۲) وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ”مجدی بن عمرو الجہنی مسلمانوں اور قریشی کارواں کے مابین آڑے آگیا اور یہ دونوں فریقوں کا حلیف (مدادع) تھا“ البتہ صفر ۲ھ کا معاہدہ محفوظ ہے یہ بنی ضمہ سے ہوا تھا۔ سہیل^(۳) نے اس کا متن یوں نقل کیا ہے: ”یہ ایک تحریر ہے محمد رسول اللہ کی بنی ضمہ کیلئے.....“ اس طرح کے معاہدوں کا سلسلہ آں حضرت ﷺ کی زندگی بھر جاری رہا۔ بعض عجیب چیزیں بھی پیش آئیں۔

شھ میں خندق کے زمانے میں بنی فزارہ اور غطفان سے ایک توثیق طلب یا مسودہ معاہدہ (مروضہ)^(۴) ہوا تھا اور بعد میں میٹ دیا گیا۔

(۱) البیضا نمر (۲)، بحوالہ ابن ہشام وغیرہ۔

رسول اللہ نے بلال بن حارث المزنی کو قبیلہ کی معدلوں کا حکم دیا تھا اس کی پوری سند کا جو متن رسول اللہ نے انہیں تحریر میں لکھ دیا تھا وہ ابوداؤد کتاب القطائع میں موجود ہے۔ نیز موطا کتاب البرکات نیز کتاب الاموال میں بھی تذکرہ ہے۔ ابو عبیدہ قاسم بن سلام اور مورخ بلاذری کا بیان ہے کہ ”بلال بن حارث کی امانت نے ایک جریدہ میں رسول اللہ کا فرمان پیش کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس فرمان مبارک کو چوبدار آنکھوں سے لکھا۔“ ابو عبیدہ: کتاب الاموال ص ۲۳۹ نمبر ۸۶۶ نیز بلاذری: فتوح البلدان ص ۱۳۔

(۲) سیرۃ رسول اللہ لابن ہشام (طبع یورپ) ص ۴۱۹۔

(۳) الاروض الکتاب ۵۸/۲ ۵۸۹ نیز الوفاق السیاسیہ نمبر (۱۳۹)، بحوالہ ابن سعد وغیرہ۔

(۴) الوفاق السیاسیہ نمبر (۸)، بحوالہ ابن ہشام وطبری۔

۶ھ کے صلح نامہ حدیبیہ کے الفاظ پر جھگڑا مشہور ہے جس پر آل حضرت ﷺ نے آخر حکم دیا تھا کہ بعض لکھے ہوئے الفاظ میٹ دیئے جائیں^(۱)۔

۹ھ کے غزوہ تبوک کے متعلق مورخ لکھتے ہیں کہ ذُوْمَةُ الْجَنْدَل کے حکمران اکبیدر بن عبد الملک بن عبد الجبن الجیری نے جب اطاعت کا معاہدہ^(۲) کیا تو اس حضرت نے دستاویز پر ”اپنے ناخن سے مہر فرمائی“ (حَتَمَهُ بِظَفَرِهِ)^(۳) یہ اصل میں اکبیدر کے وطن حیرہ والوں کا قدیم رواج تھا کہ معاہدوں پر انگوٹھے کا نہیں بلکہ ناخن کا نشان لیتے تھے اور اس سے ہلال کی شکل کی ایک لکیر پڑ جاتی تھی، چنانچہ آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں پختہ اینٹوں پر کندہ کئے ہوئے زمانہ قبل مسیح کے جو معاہدے نکلے ہیں، ان پر نہ صرف ایسی علامتیں موجود ہیں بلکہ یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ ”بغرض توثیق ناخن کا نشان ثبت کیا“^(۴)۔

(د) آل حضرت ﷺ نے قیصر و کسریٰ، مقوقس و نجاشی وغیرہ حکمرانوں کو

(۱) سیرۃ ابن ہشام ص ۷۷۔

(۲) مشن کیلے الوتائیسیہ نمبر (۱۹۰) نیز ابو عبید قاسم بن سلام: کتاب الاموال ص ۱۹۵ نیز ص ۱۵۰۸ ابو عبید قاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ ”خود میں نے اس تحریر کو پڑھا اور وہ ایک سفید چمڑے پر لکھا ہوا تھا اور میں نے حرف بہ حرف اس کی نقل لے لی۔“

(۳) طبقات ابن سعد جلد دوم حصہ اول ص ۱۲۰، نیز تراذیب کتانی ۱/۱۷۱ بحوالہ اصحاب لابن حجر و ہب بن اکیدر نیز اکیدر بن عبد الملک۔

(۴)

Oluf Kruecker, Neue babylonische Recht und Verwaltungstexte, 87, tafe 38, checkards, the hamurabi code, p. 11; Missner, Babylonien und Assyrien, 2, 279.

تبلیغی خط بھیجے تھے ان میں سے قیصر کا موسومہ اصل خط حال حال تک موجود تھا۔^(۱) مقوقس، نجاشی اور المنذر بن سادوی کے خطوط کی اصلیں موجود و معروف ہیں۔^(۲) ابن عساکر نے اپنی ”تاریخ دمشق“ میں لکھا ہے^(۳) کہ ابو العباس عبد اللہ بن محمد نے شہر ایلہ والوں سے ان کا معاہدہ نبوی تین سواشر فی میں خرید کیا۔ کسریٰ کے متعلق مروی ہے کہ اس نے نامہ مبارک کو پوری طرح سنے بغیر چاک کر دیا تھا^(۴) یہ سب بھی تحریری ہی چیزیں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے کاتب ”زید بن ثابت“ نے رسالت مآب ﷺ کے حکم

(۱) میری تالیف ”رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی“ میں باب ”مکتوب نبوی ہمام قیصر روم“۔

(۲) ایضاً باب ”مکتوبات نبوی کے دو اصول“۔

(۳) ابن عساکر: تاریخ دمشق طبع جدید (شائع کردہ صلاح الدین المجدد) جلد اول ص ۲۰۔

(۴) صحیح بخاری کتاب العلم باب ما ذکر فی المناوئۃ نیز تاریخ طبری ص ۱۱۷ کے واقعات

ص ۱۵۷ مطبوعہ لیڈن پایلنڈ بخاری کتاب الجہاد میں عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے ایک نامہ مبارک (عبد اللہ بن حذافہ کو دے کر) کسریٰ (شاہ ایران) کے پاس بھجوایا۔ (ہفت ہفتابہ ای کسری) آپ نے (عبد اللہ بن حذافہ کو) حکم دیا کہ یہ خط وخرین کے حاکم (منذر بن سادوی) کو دینا وہ کسریٰ کو پہنچا دے گا۔ (منذر نے ایسا کیا) کسریٰ نے وہ خط پڑھ کر پھاڑ ڈالا۔“

اسی بخاری کتاب الجہاد میں عبد اللہ بن عباس ہی بیان کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے قیصر (روم) کو دعوت اسلام کا ایک خط لکھ کر دھبہ کلہی کے ہاتھ بھجوا (کتب الی قیصر یدعوہ الی الاسلام وبعث بکتاہ الیہ مع دحیۃ الکلبی) اور دھبہ کلہی سے فرمایا یہ مکتوب بصری کے حاکم (دھبہ بن ابی شمر) کو پہنچا دینا وہ قیصر کو پہنچا دے گا۔“

بخاری کتاب العلم میں ایک اور واقعہ کا تذکرہ ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فوج کے ایک سردار کو ایک مکتوب لکھ دیا (کتب لاسر السریۃ کتابا) اور فرمایا کہ اس کو کھول کر پڑھنا نہیں جب تک توفیق اس مقام پر نہ پہنچ جائے۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا تو اس نے لوگوں کو وہ مکتوب پڑھ کر سنایا اور اس حضرت ﷺ کا حکم ان کو تلا یا۔“ (بخاری ج کتاب العلم)

سے یہودیوں کی زبان اور تحریر سیکھی تھی^(۱)۔ مورخ طبری کے علاوہ محدث ابو داؤد اور امام بخاری لکھتے ہیں کہ ”زید بن ثابتؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے یہودیوں کی کتابت سیکھی تھی اور رسالت مآب ﷺ جو مراسلے ان کو لکھتے یا جو مراسلے وہ لکھتے زید بن ثابت ان کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے“^(۲)۔

(ھ) انتظامی ضرورتوں سے اکثر مواقع پیش آتا رہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ جزیرہ نمائے عرب کے اطراف و اکناف میں اپنے ہر جگہ کے گورنروں، قاضیوں، تحصیلداروں، وغیرہ کو وثائق و ثبوت اپنی ہدایتیں سمجھیں، یا پیچیدہ گتھیوں میں یہ افسر کچھ دریافت یا استصواب کریں تو اس کا جواب بھیجیں۔ اس کا پھر متواتر ذکر ملتا ہے کہ اواخر حیات میں آنحضرت نے زکوٰۃ یعنی زراعت، ریوڑوں، معدنیات، وغیرہ، میں حکومت کو ادا طلب محصول کی شرحیں تحریر کروائیں لیکن اضلاع وغیرہ میں بھیجنے سے قبل آپ کا انتقال ہو گیا اور یہ کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ خلفاء نے اس پر عمل کیا^(۳)۔

(۱) بلذری، فوج البلدان ع ۵۱۳۔

(۲) بخاری نیز ابو داؤد نیز تاریخ طبری ص ۳۶۰ ۳۶۱ھ کے واقعات۔

(۳) سنن دار قطنی، ابو داؤد، طبرانی، دارمی، کنز العمال وغیرہ میں اس کا متن ہے۔

سنن ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ اور ترمذی کتاب الزکوٰۃ میں عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ نے زکوٰۃ کی کتاب لکھی مگر آپ ان کو اپنے غامول کو بھیجنے نہ پائے تھے کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ نے اس کو اپنی تنوار سے لگا رکھا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ وفات پائی پھر حضرت عمرؓ نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ وفات پائی۔“

اسی ابو داؤد میں ”ابن شہاب زہری (۱۵۰ھ-۲۴۰ھ) کہتے ہیں کہ میں نے اس تحریر کو پڑھا اور وہ حضرت عمرؓ کی مولاد کے پاس تھی اور عمر بن عبد العزیز (الموتی ۱۹۱ھ) نے اس تحریر کی نقل کروائی۔“

ان مثالوں کے دینے سے غرض صرف یہ ہے کہ اس طرح کی حدیثیں یعنی سیاسی دستاویزیں جو عہد نبوی سے تعلق رکھتی ہیں تحریری ہی ہو سکتی ہیں کیونکہ اس کے بغیر ان کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ خطوط پر ثبت کرنے کے لئے اس حضرت کا ایک مہر تیار کرانا بھی معروف واقعہ^(۱) ہے ایسی دستاویزوں یعنی تحریری حدیثوں کو اکٹھا کرنے کی کوششوں کا آغاز عہد صحابہ ہی میں شروع ہوا، جیسا کہ آگے بیان ہو گا۔ اس عاصی پر معاصی نے بھی اس سعادت کے حصول کی بساط بھر کوشش کی اور اگلوں پچھلوں کی کوششوں کو یکجا کر کے ”الوثائق النسیاسیة فی العهد النبوی والخلافة الراشدة“ مصر میں شائع کی۔ اس میں خاص عہد نبوی کی دو سو سے زائد دستاویزیں ہیں۔

حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ سے متعلق جو تحریر لکھی تھی وہ امام مالک (الموتی ۱۷۹ھ) کی کتاب مواظ کتاب الزکوٰۃ میں محفوظ ہے اور خود مالک بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے حضرت عمرؓ کی کتاب صدقہ کو پڑھا۔“
(۱) کتابی (۱۷۹ھ) (بحوالہ بخاری، ترمذی، غیرہ) صحیح بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ ”جس وقت رسول کریم ﷺ نے شاورہ (دوسری روایت میں عجم کے لوگوں) کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ وہ صرف مہر شدہ مکتوب ہی پڑھتے ہیں، چنانچہ رسالت مآب نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں اس کی سفیدی گویا اب بھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں اور اس پر محمد رسول اللہ کندہ بود اس انگوٹھی کا نگینہ عشی عقیق تھ“ (بخاری ج ۲، کتاب اللباس، نیز مسلم، کتاب اللباس)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ”جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے معذوق بنا کر بھیجا اور زکوٰۃ کے مسئلے لکھ دیے اور اس پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا۔ محمد ایک سطر میں، رسول ایک سطر میں اور اللہ ایک سطر میں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت کی انگشتی آپ کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت ابو بکرؓ کے اور پھر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں اور پھر جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو وہ آریس کے کنویں پر بیٹھے تھے اور انگشتی کو ہاتھ سے نکالتے کبھی پہنتے کہ ناگوار کنویں میں گر پڑی۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں دن تک ہم لوگ حضرت عثمانؓ کے ساتھ اس انگوٹھی کو تلاش کرتے رہے کنویں کا سار اپانی نکلا اور اٹھا لیکن انگوٹھی نہ نکلی۔“ (بخاری ج ۲، کتاب اللباس)

اس کتاب کا نیا ایڈیشن زیر طبع ہے۔ اس میں عہد نبوی کے مزید چالیس ایک معاہدے جو بعد میں ملے، اضافہ کئے گئے ہیں۔

کتابت کی بعض اتفاقی صورتیں:

صحیح بخاری^(۱) وغیرہ^(۲) نے روایت کی ہے کہ ۸ھ میں فتح مکہ پر آں حضرت ﷺ نے حقوق انسانی وغیرہ اہم مسائل پر خطبہ دیا۔ ایک یمنی شخص ابوشاہ وہاں حاضر تھا۔ اس نے درخواست کی، یا رسول اللہ مجھے یہ لکھ دیجئے۔ آں حضرت ﷺ نے حسبہ حکم دیا کہ وہ خطبہ اسے قلم بند کر دیا جائے (اُکْتُبُوهُ لِأَبِي شَاه)

شہا بن مالک انصاری کے متعلق روایت ہے کہ انہیں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے کسی خطبے کی ایک بات بڑی پیاری معلوم ہوئی۔ اس پر یادداشت کے لئے انہوں نے اسے لکھ لیا^(۳)۔

عہد نبوی میں اہتمام کے ساتھ حدیث کی تدوین:

اگرچہ ایسی روایتیں نایاب نہیں کہ آں حضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کو قرآن کے سوا آپ سے سنی ہوئی کسی چیز کے لکھنے کی ممانعت فرمائی ہو^(۴) جس پر لکھی ہوئی چیزیں میٹ دی گئیں بلکہ ایک مرتبہ تو کہتے ہیں کہ خاصی بڑی تعداد میں جلاوی بھی

(۱) صحیح بخاری ج ۱، ۲۴۷، باب کتاب العلم۔

(۲) سنن ابی داؤد، باب کتاب العلم۔ ترمذی ابواب العلم باب ما جاء فی الرخصة فیہ۔

(۳) ڈاکٹر زہیر صدیقی کا مقالہ روایت اور اجلاس مول اور معارف اسلامیہ لاہور (صفحہ ۶۳ تا

۷۱) بعنوان:

(Ahadith were Recorded during the lifetime of Muhammad)

(۴) مثلاً ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی كراهية كتابة العلم۔ نیز خطیب بغدادی کی

کتاب تنقید العلم میں تفصیلی بحث۔ یہ کتاب اب چھپ گئی ہے۔

گئیں^(۱) لیکن غور سے چھان بین کرنے پر نظر آتا ہے کہ اس کا تعلق یا تو ابتداء اسلام سے تھا یا ایسے لوگوں کے متعلق جو تازہ مسلمان ہوئے تھے اور قرآن وحدیث میں فرق نہ کر سکتے تھے۔ جنہیں قرآن خوب یاد ہو گیا اور جن کی صلاحیتوں سے اطمینان تھا تو آں حضرت ﷺ نے انہیں حدیث لکھنے کی نہ صرف خوشی سے اجازت دی بلکہ ترغیب بھی دی۔ ذیل کے واقعات سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

(الف) ترمذی^(۲) کی روایت ہے کسی انصاری صحابی نے ایک دن آں حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی اور کہا کہ ہر روز وعظ و تذکیر میں آپ جو اہم اور کارآمد باتیں فرماتے ہیں وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہتیں۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: "اپنے دابے ہاتھ سے مدد لو۔" (یعنی لکھ لیا کرو) انہوں نے اس اجازت سے فائدہ اٹھایا ہوگا لیکن مزید تفصیلیں معلوم نہیں۔

(ب) ایک مماثل واقعہ عبداللہ بن عمر بن العاص القرظی کے متعلق مروی ہے^(۳)۔ یہ آں حضرت ﷺ کی اجازت سے ملفوظات نبوی لکھ لیا کرتے تھے تاکہ انہیں یاد رکھ لیں۔ لوگوں نے انہیں منع کیا کہ رسول اللہ ایک بشر ہیں کبھی خوشی اور کبھی خفگی کی حالت میں ہوتے ہیں اس لئے بلا امتیاز آپ کی ہر بات کو لکھ لینا مناسب نہیں۔ بات معقول تھی اس لئے رسول اللہ کے پاس آئے اور پوچھا "کیا جو بھی آپ سے سنوں اسے لکھ سکتا ہوں؟" آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں۔ مزید اطمینان کے لئے

(۱) مسند احمد ابن حنبل جلد سوم ص ۱۳۱۲ سطر (۳۱) وما بعد۔

(۲) ترمذی: ابواب العلم باب ما جاء فی الرخصة فیہ۔

(۳) ترمذی حوالہ بالا نیز سنن ابی داؤد کتاب العلم، مسند ابن حنبل (طبع جدید) حدیث نمبر ۶۵۱۰،

۶۸۰۲، ۶۹۳۰، ۷۰۱۸، ۷۰۲۰، نیز ابن سعد، ابن عبد البر، سنن ابی داؤد میں (کتاب العلم) وغیرہ۔